اسرائیل کا زوال

کیا یہودی ریاست کی موجودہ ترقی حضرت امام مہدی کے ظہور کی نشانی ہے؟

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال اور اسرائیل کا خاتمہ قریب ہے؟

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

تالیف

زین العابدین

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

پیش لفظ

بنو اسرائیل وہ قوم ہے جنہیں اپنے دور میں افضل ترین قوم کا درجہ حاصل تھا، یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد تھی، کثرت سے ان میں انبیاء ورسل تشریف لائے، لیکن ان کا رویہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ منفی رہا، بار بار اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں کی گستاخیاں کیں، اُن کی تکذیب کی بلکہ اُنہیں قتل کیا۔ جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت و مسکنت کا ٹھپہ لگایا، جو قیامت تک ان پر لگا رہے گا۔

اس ذلت و مسکنت کا مظاہرہ صدیوں سے ہو رہا تھا، جب سے یہ دربدر پھر رہے تھے اور انہیں کوئی قوم مستقل اپنے ساتھ نہیں چھوڑتی تھی، البتہ مسلمانوں نے ہمیشہ ان کے ساتھ رواداری کا معاملہ کئے رکھا، لیکن یہ آستین کے سانپ کی مانند اپنے بہی خواہوں کو ہی ڈستے رہے، تا آنکہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد انہوں نے اپنے لئے "اسرائیل" کے نام سے فلسطین کی مقدس سرزمین پر ایک یہودی ریاست قائم کی۔

ذلت و مسکنت کی چھاپ ان سے پھر بھی علیحدہ نہیں ہوئی، اور یہودی ریاست کے قیام کے باوجود رسوائی ہمیشہ اس کی مقدر رہی، فلسطینی مسلمانوں پر ظلم کی وجہ سے اقوام عالم نے انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ البتہ اس کے باوجود انہیں برتری حاصل تھی، اور اپنے سازشوں کے بل بوتے پر یہ امریکہ اور یورپ کی اقتصادیات اور سیاست پر اثر انداز ہو گئے، جس کی وجہ سے بعض حضرات کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوا کہ قرآنی وعدہ تو غضب اور ذلت کا ہے جبکہ موجودہ صورت حال اس کے خلاف ہے!

زیرِ نظر مقالہ اسی اشکال کا جواب ہے، یہود کی اس برتری کا ان سے خدائی وعدہ تھا، اور یہ پورا ہو کر رہنا تھا، اس امت کے عہد میں ان کے فساد اور اس پر انہیں سزا بھی سنائی گئی تھی، جن میں سے ایک وعدہ تو پورا ہو گیا ہے جبکہ دوسرے کے ہم منتظر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرتا۔

خدا کا مجرم خود اپنے پاؤں چل کر آتا ہے، دجال کے خروج سے پہلے زمین کے اطراف سے یہودی کھینچ کھینچ کر اپنے ذلت کدہ پہنچ رہے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی کے ہاتھوں یہ خطہ مسلمانوں کو

واپس مل جائے گا اور انہیں سزا بھی ملے گی، اور اپنے "مسیّا" کے ساتھ یہ بھی جہنم پدھاریں گے اور دنیا کو ان کے شر سے نجات مل جائے گی۔

آیات و احادیث کی تطبیق میں درستگی کی توفیق میسر ہوئی تو وہ محض اللہ کے کرم سے ہوئی اور اگر غلطی ہوئی ہے تو بندہ پر تقصیر و خطاکار ہے اور خدا معافی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب فرمائے اور قبولیت سے نوازے۔و ما ذلك على الله بعزيز

زین العابدین

جامعہ دارالعلوم بڈھ بیر

جنوری 2021 / جمادی الثانیہ ۱۴۴۲

خدائی وعدہ

سورت الِاسراء میں جس کا ایک نام سورۃ بنو اسرائیل بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے شروع میں ہی یہود کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا زمین میں فساد پھیلانے اور برتری حاصل کرنے کی پیشین گوئی فرمائی۔

﴿وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴﴾[1]

”اور ہم نے کتاب میں فیصلہ کر کے بنو اسرائیل کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد مچاؤ گے، اور بڑی بلندی حاصل کرو گے“

یعنی یہودی (جن پر اللہ تعالیٰ نے ذلت و مسکنت کا ٹھپہ لگایا، غضبِ خداوندی میں مبتلا ہوئے اور لعنت کے مستحق بنے) دو مرتبہ زمین میں فساد پھیلائیں گے، اور انہیں زمین میں عظیم ترقی اور بالادستی نصیب ہو گی۔ فساد کا ذکر دو مرتبہ ہے جبکہ بلندی کا تذکرہ ایک بار ہے۔

یہ فساد کب پھیلا اور زمین کے کون سے حصے میں پھیلا؟ اور اللہ نے کیسے انہیں اس کی سزا دی؟ یہودی تو سینکڑوں سالوں سے زمین میں دربدر پھر رہے ہیں، اور اسرائیل کے قیام سے پہلے ان کا کوئی ملک یا ٹھکانہ نہیں تھا۔ انہوں نے ہمیشہ فساد پھیلایا ہے، اور جنگوں کی آگ بھڑکانے کی کوششیں کی ہیں۔

﴿كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۝ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۝ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۶۴﴾[2]

1 (الإسراء)
2 (المائدة)

”جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے، اور یہ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں جبکہ اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا“

جب سے بیت المقدس میں یہودیوں کی سلطنت قائم ہوئی تب سے لے کر بعثتِ نبوی تک یہ شہر متعدد بار تاراج ہوا، اس کا مال و دولت لوٹا گیا، ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا، یہودیوں کو تہہ تیغ کیا گیا۔ دو مرتبہ یہ مکمل برباد ہوا، 23 بار اس کا محاصرہ ہوا، 52 مرتبہ یہ مختلف حملہ آوروں کا نشانہ بنا، اور یہ سب یہودیوں کی بداعمالی کی بدولت ہوا، انہوں نے جب بھی سچی توبہ کی بیت المقدس انہیں واپس ملا۔ البتہ دو مواقع ایسے ہیں جب یہاں خوب تباہی پھیلی۔

587 ق م میں یہودیوں کی بار بار کی شرارت پر بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے تاراج کر دیا، یہودیوں کا قتلِ عام کیا، یروشلم کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں، بیت المقدس کو جلا دیا اور شہر کو زمین کے برابر کر دیا۔ مالِ غنیمت اور بچے کھچے یہودیوں کو اپنے ساتھ بابل لے گیا، جن کی تعداد پچاس ہزار بتائی جاتی ہے۔

یہ یہود کی پہلی تباہی تھی، اس تباہی میں نہ صرف ہیکلِ سلیمانی کا نشان مٹ گیا بلکہ دیگر صحائف کے ساتھ تورات اور تابوت سکینہ بھی غائب ہو گئی۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بابل میں یہودی غلاموں کو دریائے فرات کے کنارے آباد کیا گیا اور انہوں نے اس بستی کا نام ”تل ابیب“ رکھا، اسرائیل کا موجودہ دارالحکومت ”تل ابیب“ اسی دور کی یاد تازہ کرتا ہے۔[1]

اس کے بعد فارسیوں نے عراق، شام اور بابل پر قبضہ کیا تو ایرانی حکمران ”کورش“ یا ”اخسویرس“ نے یہودیوں کو یروشلم جانے کی اجازت دی، 50 ہزار یہودی بیت المقدس آ گئے جبکہ اکثر عراق (بابل) ہی میں رہ گئے۔ کافی کوششوں کے بعد یہودیوں نے دوبارہ ہیکل کی تعمیر کی۔ اس دوران وہ ایک اقلیت کی طرح یہاں دوسری اقوام کے سائے تلے رہ رہے تھے۔

---

1 (تاریخ بیت المقدس از ممتاز لیاقت)

66ء میں رومی سلطنت کے خلاف یہودیوں کی بغاوت کی وجہ سے انہیں تھوڑے عرصے کے لیے آزادی مل گئی، لیکن یہ بغاوت ناکام ہوگئی، اور 80ء میں رومی حکمران ٹیٹس (طیطوس) نے بیت المقدس پر حملہ کرکے یہودی بغاوت کو کچل دیا، ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اور اس کی صرف ایک دیوار رہ گئی جسے یہودی آج "دیوار گریہ" کہتے ہیں۔ رومی سپاہی یہودیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ہیکل کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے، تو ایک یہودی نے جلتی ہوئی مشعل ہیکل کے اندر پھینک دی جس سے ہیکل میں آگ بھڑک اٹھی، جو باوجود کوشش کے نہ بجھ سکی، اور ہیکل جل کر راکھ ہوگیا، یہ وہی دن تھا جس دن چھ سو سال قبل شاہ بابل نے ہیکل سلیمانی کو تباہ کر دیا تھا۔ لیکن اس دفعہ بربادی خود یہودیوں کے ہاتھوں آئی۔

جب ہیکل جل رہا تھا سپاہی برابر کشت وخون میں مشغول رہے، قربان گاہ کے پاس لاشوں کا ڈھیر لگ گیا، اور خون دریا کی طرح بہہ نکلا۔ فاتحین کے نعروں اور مفتوحین کے چیخوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ رومیوں نے جب ہیکل کو آگ لگتے دیکھا تو انہوں نے باقی عمارت کو بھی آگ لگادی۔ ہیکل کا خزانہ بھی جل کر خاک ہوگیا، ہزاروں عورتوں اور بچوں کو بھی جو ایک عمارت میں حفاظت کے خیال سے جمع تھے زندہ جلا دیا گیا۔ اس کے بعد رومی شہر میں داخل ہوئے اور وہاں بھرپور قتلِ عام کیا گیا۔ صبح ہوتے شہر جل کر خاک سیاہ ہوگیا، جو لوگ قتل سے بچے وہ غلامی میں فروخت ہوئے۔ جنگ کے دوران جو لوگ قتل ہوئے ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تینتیس ہزار سے زائد تھی۔

سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں پہلے وعدے سے مراد کیا بخت نصر کی طرف سے مسلط ہونے والی تباہی ہے اور وعدُ الآخرۃ سے مراد رومی بادشاہ طیطس کی چڑھائی ہے جس نے مسجد بلکہ پورے شہر کو تباہ کر دیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں نہیں، بلکہ یہود کے فساد پھیلانے اور ترقی کرنے کے ان وعدوں کا تعلق زمانۂ آخر سے ہے۔

سورت بنی اسرائیل میں یہود کے ساتھ کئے گئے ان وعدوں کے متعلق آیات میں چند قابلِ غور باتیں موجود ہیں۔

(ا): پہلی مرتبہ کے فساد پر اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو یہودیوں پر مسلط کرنے کی دھمکی سنائی ہے اُن کے بارے میں مذکور ہے کہ:

﴿فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَـٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُولِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَـٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا﴾[1]

"چنانچہ جب ان دو واقعات میں سے پہلا واقعہ پیش آیا تو ہم نے تمہارے سروں پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دئے جو سخت جنگجو تھے، اور وہ تمہارے شہروں میں گھس کر پھیل گئے اور یہ ایک ایسا وعدہ تھا جسے پورا ہو کر رہنا تھا"

جن بندوں کو یہود پر مسلط کرنے کی دھمکی دی گئی اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عِبَادًا لَّنَا فرمایا یعنی "ہمارے اپنے بندے"، اور ان کے لئے "**بعث**" کا صیغہ استعمال کیا گیا جو عموماً انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی یہ بندے مسلمان ہوں گے، اور ایک دینی جذبے سے یہاں آئیں گے، جس طرح سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے عَبْدِہٖ کہہ کر اعزاز و تکریم فرمائی۔ جبکہ بخت نصر بلکہ ما قبل اسلام انہیں تہہ تیغ کرنے والے سارے دشمن کافر تھے، کیونکہ اس وقت دینِ حق کے حاملین صرف یہودی یا عیسائی تھے، البتہ یہ اپنے دین پر پوری طرح عمل پیرا نہیں تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پہلے دشمن کے بارے میں یوں فرمایا ہے "وہ تمہارے گھروں میں گھس کر پھیل گئے" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی اور تعمیرات باقی رہتے ہوئے صرف یہود کو ہی سزا دی جائے گی۔ جبکہ بخت نصر اور رومی بادشاہ طیطس نے پورے شہر کو تاراج کر دیا تھا، اور یہاں کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔

1 (الإسراء)

تیسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو فرمایا:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝٦﴾[1]

"پھر ہم نے تمہیں یہ موقع دیا کہ تم پلٹ کر اُن پر غالب آؤ، اور تمہارے مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کیا، اور تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھا دی"

یعنی جس دشمن نے تمہیں گھروں میں گھس کر مارا تھا انہی لوگوں پر ہم تمہیں غلبہ دیں گے، نیز تمہاری نفری بھی بڑھائیں گے، اور وہی دشمن دوبارہ طاقت ور بن کر تمہارے چہروں کو سیاہ کر ڈالیں گے۔ جبکہ بخت نصر کی غلامی میں ستر سال رہنے کے بعد ایرانی بادشاہ اخسویرس نے بابل پر حملہ کرتے ہوئے اسے فتح کیا اور یہودیوں کی حالت زار پر رحم کرتے ہوئے ان کو آزاد کر کے دوبارہ فلسطین میں بسا دیا۔ یہودیوں کو بخت نصر یا ایرانی بادشاہ یا ان کی نسل پر غلبہ نہیں ملا بلکہ جس نے بھی اسلام سے پہلے یہودیوں پر حملہ کیا تھا اُن پر یہودیوں کو کبھی غلبہ نہیں ملا۔ نہ ہی ان کی نفری کبھی اتنی بڑھی تھی جتنی آج ہے۔

سوال اب بھی اپنی جگہ بر قرار ہے کہ جب یہودیوں کی تاریخ میں متعدد بار ان پر دشمن مسلط ہوئے جنھوں نے ان کو قتل کیا، ان کے شہر برباد کر دیئے گئے، سینکڑوں سالوں تک یہ دربدر پھرتے رہے، اس کے باوجود اُن پر قرآنی آیت منطبق نہیں ہوتی تو ان کا مصداق کیا ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے فساد کی مراد میں دو امکان ہیں۔

(ا): پہلا امکان یہ ہے کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا زمانہ ہے، جب یہودیوں نے مدینہ میں مسلمانوں اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کے خلاف سازشیں کیں، مشرکین مکہ سے خفیہ ساز باز کر کے اُن سے تعاون

1 (الإسراء)

کیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ جس کی وجہ سے یہود کو پہلے مدینہ سے نکالا گیا اور پھر خیبر سے بھی۔ اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ جو اللہ کے مقبول بندے تھے، جہاد کرتے ہوئے یہودیوں کی آبادی میں گھس گئے، بنو قریظہ کو قتل کر دیا، ان کے بچوں کو غلام بنایا گیا، اور بنو نظیر کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا، جس طرح سورتِ حشر میں اللہ تعالیٰ نے اسی منظر کا ذکر کیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۝ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۝١ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝٢﴾

”وہی ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے کافر لوگوں کو اُن کے گھروں سے پہلے اجتماع مے موقع پر نکال دیا، (مسلمانو!) تمہیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اُن کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔ پھر اللہ اُن کے پاس ایسی جگہ سے آیا جہاں اُن کا گمان بھی نہیں تھا، اور اللہ نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اُجاڑ رہے تھے۔ لہٰذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کر لو۔“

سورت اسراء کی اس آیت میں مسجد کا ذکر بھی اسی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صرف گھروں کا تذکرہ ہے، کیونکہ یہ پہلے فساد کی سزا ہے، اور المرۃ الآولیٰ ہے، جبکہ اللہ نے ان پر اہلِ مدینہ کو بھیجا تھا جو سخت جنگجو تھے۔ اور مسجد میں پہلی بار کے دخول کا وعدہ بعد میں سچا ثابت ہوا، اس کا ذکر ہم دوسرے وعدے کی تفصیل میں کریں گے۔

دوسرا امکان یہ ہے کہ اس سے مراد ۱۹۴۸ میں عرب اسرائیل جنگ ہے۔ جب یہودی خلافت عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبد الحمید ثانی کے پاس آئے۔ سلطان عبد الحمید نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ یہود کی عالمی تنظیم کا وفد ان کے پاس آیا، اور ان سے درخواست کی کہ انہیں فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ عثمانی سلطنت کے قانون کے مطابق یہودیوں کو فلسطین میں آنے کی اور بیت المقدس کی زیارت کی اجازت تو تھی مگر وہاں زمین خریدنے اور آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ بیسویں صدی کے آغاز تک پورے فلسطین میں

یہودیوں کی کوئی بستی نہیں تھی، یہ مختلف ممالک میں بکھرے ہوئے تھے۔ سلطان عبد الحمید نے یہ درخواست منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد دوسری بار یہودی لیڈروں کا وفد ان سے ملا تو یہ پیشکش کی کہ ہم سلطنت عثمانیہ کے لئے ایک بڑی یونیورسٹی بنانے کے لئے تیار ہیں، اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کے لئے یہودی سلطنت عثمانیہ کا ہاتھ بٹانے کو تیار ہیں، اس کے لئے انہیں جگہ فراہم کی جائے، سلطان عبد الحمید مرحوم نے وفد کو جواب دیا کہ وہ یونیورسٹی کے لیے جگہ فراہم کرنے اور ہر ممکن سہولتیں دینے کو تیار ہیں بشر طیکہ یہ یونیورسٹی فلسطین کی بجائے کسی اور علاقہ میں قائم کی جائے۔ یونیورسٹی کے نام پر وہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دیں گے لیکن وفد نے یہ بات قبول نہ کی۔ سلطان عبد الحمید مرحوم نے لکھا ہے کہ تیسری بار پھر یہودی لیڈروں کا وفد ان سے ملا اور یہ پیشکش کی کہ وہ جتنی رقم چاہیں انہیں دے دی جائے گی مگر وہ صرف یہودیوں کی ایک محدود تعداد کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دیں۔ سلطان مرحوم نے اس پر سخت غیظ وغضب کا اظہار کیا اور وفد کو ملاقات کے کمرے سے فوراً نکل جانے کی ہدایت کی نیز اپنے عملہ سے کہا کہ آئندہ اس وفد کو دوبارہ ان سے ملاقات کا وقت نہ دیا جائے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ یہودیوں کے فسادِ عظیم کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان کے خلاف عوام کو بھڑکا کر ان کی حکومت کو ختم کر دیا گیا۔ حکومت کے خاتمہ کے بعد انہوں نے بقیہ زندگی نظر بندی کی حالت میں بسر کی اور اسی دوران مذکورہ یادداشتیں تحریر کیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انہیں خلافت سے برطرنی کا پروانہ دینے کے لیے جو وفد آیا اس میں ترکی پارلیمنٹ کا یہودی ممبر قرہ صو بھی شامل تھا جو اس سے قبل مذکورہ یہودی وفد میں بھی شریک تھا۔ اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ سلطان مرحوم کے خلاف سیاسی تحریک اور ان کی برطرنی کی یہ ساری کارروائی یہودی سازشوں کا شاخسانہ تھی۔

اس دوران فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ کر کے اپنا گورنر بٹھا دیا جس نے یہودیوں کو اجازت دی کہ وہ فلسطین میں آکر جگہ خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کے مختلف ممالک سے یہودیوں نے فلسطین میں آکر آباد ہونا شروع کیا۔ بلکہ معاہدہ بالفور کے ذریعے برطانیہ نے انہیں فلسطین میں اپنے لئے وطن بنانے کی اجازت دی۔ جہاں ۱۹۴۸

میں ان کی تعداد ساڑھے چھ لاکھ تک پہنچ گئی، اور انہوں نے "اسرائیل" کے قیام کا اعلان کیا۔ اور یوں یہ وعدے کی سرزمین پہنچ گئے، اس کے بعد انہوں نے اللہ کی اس مقدس اور مبارک زمین کو گناہوں سے آلودہ کیا۔ اور فساد پھیلایا۔ دس لاکھ فلسطینی عربوں کو بے گھر کیا گیا، یہ تھا ان کا پہلا فساد اور علوّ کبیر کی ابتدا۔

جس پر اللہ نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے ان پر "اپنے بندے" بھیجے۔ اور ۱۹۴۸ کی جنگ میں اردن، مصر، شام، لبنان اور عراق کے افواج فلسطین میں داخل ہو گئے، اردون کے عرب لیجن نے وسطی فلسطین کے بیشتر حصے اور بیت المقدس کے قدیم شہر کو یہودیوں کے قبضے میں جانے سے بچالیا۔ یہ اللہ کے بندے کیوں نہ ہوتے کیوں یہ کلمہ پڑھنے والے دنیا کے مقدس مقام سے دنیا کی خبیث ترین قوم کا قبضہ چھڑانے کے لئے آئے تھے۔ چار ہزار فوجیوں سمیت چھ ہزار سے زائد یہودی اس جنگ میں مارے گئے، جس پر جمعیت اقوام نے "بیدار" ہو کر جنگ بندی کروادی اور یوں اسرائیل کو عربوں کے بیچ اس مقدس جگہ پر جگہ مل گئی۔

یوں اللہ کا پہلا وعدہ پورا ہوا، اور یہودیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں فساد کی جڑ پہلی ناجائز یہودی ریاست بنانے کی سزا مل گئی۔ اس کے بعد انہی قوموں پر یہودیوں کو برتری مل گئی، اور اردن و مصر سمیت کئی مسلمان ممالک نے اسرائیل کو باقاعدہ تسلیم کر کے اس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے۔ یہاں تک کہ ۲۰۱۹ میں اسرائیل کے "القدس" کو دارالحکومت بنانے کے بعد اس میں مزید تیزی آگئی۔ اور یہودی اب دوسرے فساد کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَ وَعۡدُ ٱلۡأٓخِرَةِ لِيَسُـٓـُٔواْ وُجُوهَكُمۡ وَلِيَدۡخُلُواْ ٱلۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٖ وَلِيُتَبِّرُواْ مَا عَلَوۡاْ تَتۡبِيرًا ۝﴾

"چنانچہ جب دوسرے واقعے کی میعاد آئی (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں، اور تاکہ وہ مسجد میں اُسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے تھے، اور جس جس چیز پر اُن کا زور چلے اُس کو تہس نہس کر کے رکھ دیں"

دوسرے واقعے کو وَعْدُ الآخرۃ کہا گیا۔ اور جب اس کے پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ایک بار پھر کچھ لوگ آکر یہود کو اُن کے کئے کی سزا دیں گے، وہ یہود کے چہرے بگاڑ کر رکھیں گے۔ اور یہ بھی اسی طرح مسجد میں داخل ہو جائیں گے جس طرح پہلے لوگ مسجد میں داخل ہوئے تھے۔ اِن لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مستقل کوئی لفظ ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ضمیر لانا کافی سمجھا، گویا اس مرتبہ کے لوگ بھی پہلی قسم کے ہوں گے (یا ان جیسے) لوگ ہوں گے، گویا دونوں مرتبہ یہود کے ساتھ لڑائی صرف ایک ہی امت کی ہو گی اور وہ مسلم امت ہو گی۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوبارہ فساد کب ہو گا اور اس کی سزا کن لوگوں کے ذریعے دلوائی جائے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سزا یہودیوں کے بالکل آخری زمانے میں دجال کے خروج کے بعد دی جائے گی، جب یہودیوں کو مسلمانوں اور مسجدِ اقصیٰ پر بالادستی حاصل ہو جائے گی، کُمْ کا خطاب بھی اُن یہودیوں کی جانب ہے جو حضور ﷺ کے دور میں موجود تھے، ثُمَّ کی دلالت بھی یہ بتلا رہی ہے کہ دوسری بار کا فساد کچھ وقفے کے بعد ہو گا۔ یہ سزا حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دی جائے گی۔ جس کے بعد یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور بیت المقدس کی پاک سرزمین ان سے پاک کر دی جائے گی۔ اس بارے میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱): مذکورہ آیت کو اگر اسی سورت کی آیت ۱۰۳، ۱۰۴ کے ساتھ ملائیں تو اس کی تفسیر بہت واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۱۰۳ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۱۰۴﴾

"پھر فرعون نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان سب (بنو اسرائیل) کو اس سرزمین سے اکھاڑ پھینکے، لیکن ہم نے اُسے اور جتنے لوگ اُس کے ساتھ تھے، اُن سب کو غرق کر دیا، (۱۰۳) اور اس کے بعد بنو اسرائیل سے کہا کہ: تم زمین میں بسو، پھر جب آخری وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔"

فرعون کی خواہش تھی کہ بنی اسرائیل کو جڑ سے ختم کر دے، تاکہ اُس کی ساری رکاوٹیں دور ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو پانی میں غرق کر دیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات دی، بلکہ انہیں فرعون اور اس کی قوم کے چھوڑے ہوئے مال و دولت کا وارث بنایا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو اللہ نے اسی زمین میں لا بسایا جہاں سے فرعون انہیں نکالنا چالتا تھا۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: زمین میں رہو البتہ جب آخری وعدے کا وقت آجائے گا تو ہم تم سب کو یا اکٹھے لے کر آئیں گے۔

اِس آخری وعدے سے عموماً مفسرین نے آخرت کا وعدہ مراد لیا ہے، یعنی دنیا میں جتنا عرصہ رہو اس کے بعد آخرت میں اللہ تم سب کو زندہ کر کے لے کر آئے گا۔ لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا وعدُ الآخرۃ سے مراد آخرت کا وعدہ نہیں بلکہ یہ دجال کے خروج کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت پورا ہو گا۔ اس سے اس جانب بھی اشارہ ہوتا ہے کہ یہودیوں کے فساد فی الارض کا زمانہ ما قبل اسلام نہیں ہے، جیسا کہ عام مفسرین نے بخت نصر اور رومیوں کے زمانے میں یہود کی تباہی کے ضمن میں لکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے وعدے کو "آخری وعدہ" قرار دیا ہے یعنی اُنہیں اس کے بعد کسی قسم کے فساد کا موقع نہیں ملے گا، بلکہ یہی سزا دنیا میں اُن کا آخری انجام ہو گا۔ اگر اس کی بجائے "الاخیرۃ" کہا جاتا تو اُس میں یہ احتمال ممکن تھا کہ ایک بار پھر یہ کوئی فساد پھیلا دیتے۔

اس سورت کے شروع میں بھی بنی اسرائیل کے ساتھ دو وعدے فرمائے تھے، پہلے وعدے کو وَعْدُ أُولٰـهُمَا کہا گیا۔ اور دوسرے وعدے کو وَعْدُ الْآخِرَةِ کہا گیا ہے، یعنی آخری وعدہ اور یہاں بھی اُسے وَعْدُ الْآخِرَةِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اصولِ تفسیر کے مشہور قاعدے کے مطابق القرآن یفسِّر بعضُه بعضا قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے، آخرِ سورت اوّلِ سورت کی تائید کرتی ہے۔

سیاق و سباق کے مناسب بھی یہی معنیٰ ہے، کہ جب فرعون جیسے ظالم نے بنی اسرائیل پر قسم قسم کے مظالم کئے اور ان کا بالکلیہ خاتمہ کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا، اور بنی اسرائیل کو نہ صرف اُن جگہوں کا وارث بنایا بلکہ اُنہیں پوری زمین میں بقا اور سکونت کا احسان یاد دلایا۔ اور آیت کے آخری حصے میں اسی بقا کی انتہا بتلائی گئی ہے، یوں سورت کی ابتدا سورت کی انتہا کے مناسب ہو گئی، کہ یہ آخری وعدہ ہے، جس طرح یومِ آخرت کو آخرت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ آخری دن ہے اُس کے بعد کوئی دوسرا دن نہیں، اسی طرح یہ وَعْدُ الْآخِرَةِ اس لئے ہے کہ اس کے بعد تمام یہودیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

سورت الاسراء میں لفظِ الآخرۃ چار بار آیا ہے، دو بار بنی اسرائیل کے "آخری" فساد کی خبر دینے کے لئے، جبکہ دو بار یومِ حساب کا تذکرہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ یہ تقسیم و ترتیب اس بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ وعد الآخرۃ سے مراد دنیا ہی کا آخری وعدہ ہے نہ کہ آخرت کا۔

﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾[1]

﴿وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾[2]

اس دوسرے وعدے کے لوگ بھی وہی ہوں گے جو پہلے وعدے کے تھے، یعنی مسلمان ہوں گے، البتہ اس مرتبہ اُن کے چہرے سیاہ کر دئے جائیں گے، یعنی انتہائی ذلت و رسوائی کا عذاب دیا جائے گا، جس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جائے گا، اور اس مرتبہ بھی یہ لوگ مسجد میں داخل ہو جائیں گے جس طرح پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے، اور دوسری بار بھی مسلمان حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں داخل ہوں گے۔

1 (الإسراء ۴۵)

2 (الإسراء ۷۲)

اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسجدِ اقصیٰ عیسائی قبضے میں تھی، یہودیوں کے قبضے میں نہیں تھی، کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ پہلے فساد کے وقت مسجد یہود کے قبضے میں ہو، کیونکہ مسجد کا ذکر آخری وعدے میں ہے، ﴿كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ لیکن اُس میں دوبارہ داخلے کو پہلے داخلے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ پہلے وعدے میں صرف گھروں میں داخل ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے، اُس وقت اُن کے گھر مدینہ میں تھے، اور مسلمان اُن کے گھروں میں گھس گئے تھے، کہ اس پہلے فساد کے بعد مسلمان مسجد اقصیٰ میں داخل ہوں گے، اور یہودیوں کے "آخری وعدے" کے وقت بھی اُسی فاتحانہ شان سے ایک بار پھر مسجد میں داخل ہوں گے۔ گویا مسجد میں پہلا داخلہ یہودیوں کے خلاف پہلی فتح اور پہلے وعدے سے الگ تھا۔ اور یہود کے ساتھ کئے گئے آخری وعدے کی بنیاد ہی "مسجد" ہوگی، کیونکہ اب کے بار یہودی قبلۂ اوّل پر غاصبانہ طور پر قابض ہو چکے ہیں، اس لئے پہلے وعدے میں اس کا ذکر نہیں ہے بلکہ آخری وعدے میں مذکور ہے۔

مزید یہ خبر بھی دی کہ یہ لوگ اُس ترقی کو بھی زیر وزبر کردیں گے جو یہودیوں نے حاصل کر رکھی تھی، اس سے اس جانب بھی اشارہ کردیا گیا کہ دوسرے وعدے کا وقت وہی ہے جب یہودی انتہائی عروج حاصل کرلیں گے اور موجودہ زمانہ اس کی تصدیق کرتا ہے، کہ یہودی کھلم کھلا اور درپردہ اپنے سازشی منصوبوں کے ذریعے دنیا پر چھائے ہوئے ہیں، اور اسرائیل کی صورت میں (اس امت کے دور میں) پہلی بار انہیں ایک ریاست مل چکی ہے، جس کو انہوں نے آباد کرکے عروج اور ترقی حاصل کر رکھی ہے۔

اگر اس آیت (۱۰۳) میں وعدُ الآخرۃ سے مراد یومِ قیامت یعنی آخرت کا دن مراد لیں تو یہ اس آیت کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سارے انسان اکیلے ہی اپنے رب کی جانب آئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾[1]

1 الأنعام: 94

”تم ہمارے پاس اسی طرح تنِ تنہا آؤ گے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا“

جبکہ سورت الِاسراء کی مذکورہ آیت میں **جمیعاً** کا لفظ ہے جس کا معنٰی ہے جماعت کی صورت میں لوگوں کا اکٹھے ہونا، اور اس کا مصداق یہود کا آخری زمانے میں گروہ در گروہ فلسطین آنا، جبکہ ان پر ایک طویل دور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایسا گزر چکا تھا کہ یہ زمین میں بکھرے ہوئے تھے، اور ان کوئی ریاست نہیں تھی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا﴾[1]

”اور ہم نے دنیا میں ان کو مختلف جماعتوں میں بانٹ دیا“

اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لئے زمین کے کسی خطے کو خاص نہیں کیا تھالہٰذا یہ پوری زمین میں دربدر پھرتے رہے تھے۔ جس کے بعد یہ فلسطین آنے شروع ہو گئے، اور اپنے لئے ”ریاست“ بنا کر قوت اور بلندی حاصل کی جسکا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔

اب اس آیت کو ایک حدیث مبارک سے ملائیں تو منظر مزید واضح ہو جائے گا۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم: "عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ، وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطَنْطِينِيَّةَ وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ، ثُمَّ ضَرَبَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِ أَوْ مَنْكِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَا لَحَقٌّ كَمَا أَنَّكَ قَاعِدٌ هَاهُنَا.[2]

---

1 الأعراف:168

2 مسند أحمد، أبوداود ۴۲۹۴، معجم كبير للطبراني، مصنف ابن أبي شيبه؛ شرح السنه لبغوي ۴۲۵۲، مشكل الآثار للطحاوي ۵۱۹.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی آبادی یثرب کی ویرانی ہے، اور یثرب کی ویرانی جنگِ عظیم کا خروج ہے، اور جنگِ عظیم کا برپا ہونا قسطنطینیہ کی فتح ہے، اور فتح قسطنطینیہ دجال کا خروج ہے۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ران یا کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: یہ ایسا یقینی ہے جیسا کہ آپ کا یہاں بیٹھنا یقینی ہے۔

اس روایت میں چار شہروں کا ذکر ہے:

(۱) بیت المقدس جہاں یہود کو عظیم عروج حاصل ہو گا

(۲) مدینہ طیبہ جو یروشلم کی آبادی کے بعد ویران ہو گا

(۳) حلب جہاں عظیم الشان جنگ ہو گی

(۴) مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطینیہ کی فتح، اِسے آج کل استنبول کہا جاتا ہے۔

ان شہروں میں پیش آنے والے اہم واقعات ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہیں۔ قیامت سے پہلے پیش آنے والے واقعات کی ترتیب کے لیے یہ گویا ایک ٹائم ٹیبل ہے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ "کفار کا بیت المقدس پر قبضہ کرنا اور اس کو کثرت سے آباد کرنا یثرب یعنی مدینہ کی خرابی کی علامت ہے۔ اور مدینہ کی خرابی جنگِ عظیم (الملحمۃ الکبریٰ) کے خروج کی علامت ہے۔ اور جنگِ عظیم کا برپا ہونا قسطنطینیہ کی فتح کی علامت ہے۔ اور فتح قسطنطینیہ، خروج دجال کی نشانی ہے۔

بیت المقدس کی آبادی وہی ہے جو آج ہمیں نظر آرہی ہے، اسرائیل کا اسے دارالحکومت بنانے کے بعد اور مسلم ملکوں کا اسے تسلیم کرنے کے بعد اس کی آبادی اور ترقی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور یہ خطے میں یہودی سیاست کا مرکز بنتا جا رہا ہے، اس کے برعکس مدینہ طیبہ کی مرکزی حیثیت وہ نہیں رہی جو کسی زمانے میں اسے حاصل تھی اور اب اگرچہ تعمیرات کے لحاظ سے کافی پر رونق شہر ہے لیکن یہ محض اس کی مذہبی اور دینی نقطہ نظر سے

ہے، سیاسی طاقت کا مرکز نہیں رہا ہے، گویا یہ ویرانی معنوی طور بھی ہے لیکن صرف اس حد تک محدود نہیں ہے، بلکہ مدینہ کی ویرانی ظاہری بھی ہو گی اور یہ امام مہدی کے ظہور تک پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گی۔

نعیم بن حمادؒ کی ایک روایت سے اس کی کچھ وضاحت ہوتی ہے:

يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ، كُلُّهُمِ ابْنُ خَلِيفَةٍ، ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ، ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا لَمْ يَقْتُلْهُ قَوْمٌ – ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ – فَقَالَ: فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ، فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی لڑیں گے، تینوں خلیفہ کے بیٹے ہوں گے، حکومت کسی کو نہیں ملے گی، اس کے بعد مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکل آئیں گے اور وہ تمہارا ایسا قتلِ عام کریں گے کہ ایسا کسی نے نہیں کیا ہو گا، اس کے بعد نبی ﷺ نے کچھ اور بھی فرمایا جس کو میں محفوظ نہیں کر سکا، پھر فرمایا: جب تم اسے دیکھو تو اس کی بیعت کرو اگر چہ برف پر گھسٹنا پڑے کیونکہ اس میں اللہ کے خلیفہ امام مہدی ہوں گے۔

اس روایت میں دو باتوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے، پہلی یہ کہ ایک حاکم کی موت پر اس کے تین بیٹوں یا خاندان کے تین افراد میں اقتدار کے لئے لڑائی ہو گی، خلیفہ کا لفظ بہ ظاہر راوی کی تعبیر ہے، کیونکہ یہ بات روایات سے معلوم ہے کہ حضرت امام مہدی سے پہلے دنیا ظلم و جبر سے بھری ہوئی ہو گی، اور مسلمان شدید اختلاف و انتشار کا شکار ہوں گے، خوف کی فضا ہو گی۔ ایسی صورت حال میں کسی خلافت کا قیام ناقابلِ فہم ہے، کیونکہ یہ کیسی خلافت ہو گی جس کی موجودگی میں بھی زمین میں ظلم و ستم جاری ہو گا؟ لوگوں میں اختلاف ہو گا اور خوفزدہ ہوں گے۔ نیز یہ بھی احادیث میں مروی ہے کہ حضرت امام مہدی کے ذریعے قائم ہونے والی خلافت منہج نبوت کے مطابق ہو گی، جو الملك الجبري کے بعد ہو گی۔

[1] رواه ابن ماجة، والحاكم و نعيم بن حماد.

یہ حاکم کس جگہ کا ہو گا؟ ممکنہ طور پر یہ حاکم حجاز یا موجودہ سعودی عرب کا حاکم ہو سکتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کا ظہور اور آپ کی بیعت مکہ میں ہو گی، بیعت سے پہلے ہی آپ کی موجودگی مکہ، مدینہ اور طائف میں ہو گی، اس لئے سب سے پہلے آپ کا واسطہ سعودی حکام سے ہو گا۔ انہیں اقتدار چھن جانے کا خطرہ ہو گا، اور یہ حاکم حضرت امام مہدی کے جانی دشمن ہوں گے۔ اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ کسی بھی دوسرے ملک کی بہ جائے سعودیہ ہی وہ ملک ہو سکتا ہے جہاں حالات کی خرابی حضرت امام مہدی کے ظہور کا راستہ ہموار کر دے۔ ایک حاکم کی موت پر خاندان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، لڑائی چلتی رہے گی جس کا نتیجہ کسی بھی دعویدار کے حق میں نہیں نکلے گا، قیادت کا خلا پیدا ہو جائے گا۔ اور یوں امت کو اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی کی خلافت سے نواز دے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس روایت میں خطاب صحابہ کرام سے کیا اور فرمایا: عند دارکم هذا "اس گھر کے پاس لڑائی ہو گی" یعنی اقتدار کی یہ جنگ بیت اللہ کے آس پاس ہو گی۔ اور یہاں کے حکام ہی اس میں ملوث ہوں گے۔

آل سعود جن کو اہلِ سنہ کی مختلف روایات میں "بنو العباس" کہا گیا ہے جو بہ ظاہر راویٔ حدیث کی جانب سے اِضافہ ہے، جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے بنو امیہ کا دورِ حکومت الملك العاض گمان کیا، بنو العباس کے زمانۂ حکومت کو الملك الجبري سمجھا جس کے بعد منہجِ نبوت پر قیامِ خلافت کی نوید سنائی گئی ہے۔ حالانکہ بنو العباس کو گزرے سینکڑوں سال ہو چکے ہیں۔ ان کے بعد عثمانی خلافت کے خاتمے کی بھی صدی پوری ہونے والی ہے، اور امت مسلمہ ظلم و جبر کے کٹھن دور سے گزر رہی ہے۔ آگے انتظار ایسے قائد کا ہے جو امت کی ڈوبتی کشتی کو ظلم کے بھنور سے نکال دے۔

دوسری بات جس کی اس حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے یہ ہے کہ "تمہارے اوپر کالے جھنڈوں والے حملہ آور ہوں گے اور تمہارا ایسا قتلِ عام کریں گے کہ ایسا کسی نے نہیں کیا ہو گا۔

کالے جھنڈے اس وقت القاعدہ، الدولۃ الاسلامیہ (داعش) دونوں کے ہیں۔ پروپیگنڈے کے طوفان میں اگرچہ بہت ساری حقیقتیں نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان دونوں تنظیموں سے یہ امکان بہت بعید ہے کہ یہ عرب میں داخل ہو کر عام مسلمانوں کا ایسا قتلِ عام کریں کہ اس جیسا کسی نے نہیں کیا ہو گا۔ جبکہ خود کفار کا ظلم و ستم ہر حد پار کر چکا ہے، اس لیے کالے جھنڈے والوں کی طرف سے ایسا قتلِ عام ایک تاریخی اور قدیم کینے کی خبر دیتا ہے، جو بنو عباس کے دور سے چلا آرہا ہے، جس کے وارث اس وقت شیعہ اثنا عشریہ ہیں، جو اپنے سینوں میں اہلِ سنت کے خلاف ایک تاریخی بغض رکھتے ہیں، اور جن کے ساتھ معرکہ ضرور برپا ہونا ہے، جس کی ابتدا عراق، یمن اور شام میں مجاہدین کے لشکروں کی موجودگی سے ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم

سعودی خاندان کے باہمی اختلافات کی وجہ سے ممکن ہے کہ شاہ سلمان کی موت پر شاہی خاندان کے تین افراد کے درمیان لڑائی ہو جائے اور اس دوران ایران و امریکہ کی جنگ چھڑ جائے، جس کے آثار نظر آرہے ہیں، تب شیعہ اپنا تاریخی بغض نکالنے کے لئے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے امریکی اڈوں کے بہانے سعودی عرب پر حملہ کریں اور حجاز میں ایسا قتلِ عام کریں جو کسی نے نہیں کیا ہو گا، تب امام مہدی کا ظہور ہو گا، اور تب یثرب کی ویرانی انتہا کو پہنچ جائے گی جس کے بعد الملحمۃ الکبری ہو گا۔ واللہ اعلم!

ویرانی میں حصہ ڈالنے والے

مدینہ کی ویرانی میں یہاں کے ظالم حکام کا بھی دخل ہو گا، جو یہاں اسلام پسندوں پر خدا کی یہ کشادہ زمین تنگ کر دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال دورِ نبوت کے ان منافقین جیسی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر سازش کا حصہ ہوتے تھے۔ مدینہ کے لئے "یثرب" کا لفظ استعمال کرنا انہی کی سنت ہے،[1] اور شاید اس روایت میں یثرب کے لفظ سے اسی جانب اشارہ ہے کہ "طیبہ" کی اس ویرانی میں یہاں کے منافقانہ صفات رکھنے والے حکام بھی حصہ دار ہوں گے۔

---

1 مسند احمد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ: "جس نے مدینہ کا نام یثرب کہا وہ اللہ سے استغفار کرے۔ یہ طابہ (پاکیزہ) ہے، یہ طابہ ہے۔ فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۵۔

سورت احزاب میں مدینہ کو یثرب کہا گیا ہے لیکن وہ بطور حکایت ہے۔ جب منافقین نے غزوہ احزاب سے پیچھے رہنے کے لئے جھوٹا عذر پیش کیا اور جہاد سے بھاگنے کے لئے کہنے لگے کہ:

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾[1]

”اور جب اُنہی میں سے کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ: یثرب کے لوگو! تمہارے لئے یہاں ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، بس واپس لوٹ جاؤ۔ اور اُنہی میں سے کچھ لوگ نبی سے یہ کہہ کر (گھر جانے کی) اِجازت مانگ رہے تھے کہ: ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ (کسی طرح) بھاگ کھڑے ہوں۔“

منافقین کو رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا نام پسند نہیں تھا، اس لئے انہوں نے مدینہ کی بجائے یثرب کہہ کر پکارا، جہاد سے بھاگنے کے لئے جھوٹے اعذار تلاش کئے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے اِن کے بارے میں یہ فرمایا کہ یہ ہر فتنے کی آگ کا ایندھن بننے کے لئے تیار ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝﴾[2]

”اور اگر دشمن مدینے میں چاروں طرف سے آگھسے، پھر ان سے فساد میں شامل ہونے کو کہا جائے تو یہ اس میں ضرور شامل ہو جائیں گے، اور (اس وقت) گھروں میں تھوڑے ہی ٹھہریں گے“

چند آیات کے بعد ان کی خباثتوں کا مزید بیان کیا گیا ہے، فرمایا:

---

1 الأحزاب ١٣.

2 الأحزاب ١٤

﴿لَىِٕنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَـنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ۛۚ ۖ ۝﴾[1]

”اگر وہ لوگ باز نہ آئے جو منافق ہیں، جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو شہر میں شر انگیز افواہیں پھیلاتے ہیں، تو ہم ضرور ایسا کریں گے کہ تم ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہو گے، پھر وہ اس شہر میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکیں گے، البتہ تھوڑے دن“

منافقین کو مدینہ جیسے طیب اور پاک شہر کو رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا نام منظور نہیں تھا، جہاد سے پیچھے رہنے کے بہانے بناتے تھے، بلکہ مسلمانوں کے خلاف ہر دشمن کا ساتھ دینے پر بھی آمادہ تھے، جب کوئی لشکر اللہ کے راستے میں نکلتا تھا تو یہ دشمن کی قوت و طاقت سے مسلمانوں کو ڈراتے تھے اور مسلمانوں کی شکست کی جھوٹی افواہیں بھی پھیلاتے تھے۔ نیز یہاں خواتین بھی اُن کی نظروں سے محفوظ نہیں تھیں، کہ یہ شہوت پرست مسلمان خواتین کو چھیڑتے تھے[2]۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے دلوں میں روگ ہے، جس کی تفسیر مفسرین نے دل کے شہوانی جذبات وخیالات سے کی ہے، ان سے حفاظت کے لئے اللہ نے حجاب کا حکم نازل کیا۔ اس لئے مدینہ میں ایسے لوگوں کا برسرِ اقتدار آنا جو جہاد و مجاہدین کے خلاف ہوں، مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھی ہوں اور پردہ و حجاب کو ختم کر کے مسلمانوں میں جنسی آوارگی اور فحاشی و عریانی پھیلانے کے درپے ہوں یہ بھی مدینہ کی ”ویرانی“ ہے۔ آج کے سیکولر حکمران انہی منافقینِ مدینہ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ مدینہ بلکہ حجاز جیسے متبرک مقام کو آلِ سعود نے انہیں گناہوں سے آلودہ کر دیا ہے۔ ایسے گناہوں کا یہاں رواج پانا بھی اس مقدس شہر کی ویرانی ہے۔

---

1 الأحزاب ٦٠

2 وقيل : كان منهم قوم يرجفون ، وقوم يتبعون النساء للريبة ، وقوم يشككون المسلمين . قال عكرمة وشهر بن حوشب: الذين في قلوبهم مرض يعني الذين في قلوبهم الزنى . وقال طاوس : نزلت هذه الآية في أمر النساء . وقال سلمة بن كهيل: نزلت في أصحاب الفواحش. القرطبي ١٨١/٧

سفیانی کے ہاتھوں مدینہ کی ویرانی

مدینہ کی اس ویرانی میں سفیانی نام کی ایک شخصیت کا بھی ہاتھ ہو گا، جس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے حجاز میں آپ کے انصار سرگرم ہوں گے جو حضرت امام مہدی کی بیعت اور نصرت کے لئے جمع ہوں گے، حجاز کے حکام کو ان سے خطرہ ہو گا۔ اس دوران شاہی خاندان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، اقتدار کی چپقلش کی وجہ سے باہر کے ملکوں کو مداخلت کا موقع مل جائے گا اور وہ سعودی عرب خصوصا حجاز میں دخل اندازی کریں گے، نیز دجال جو پسِ پردہ حضرت امام مہدی اور آپ کے انصار کی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہو گا اپنی کٹھ پتلیوں کو ان کے خلاف میدان میں اتار دے گا، ایسے موقع پر مصر، شام اور حجاز میں سفیانی صفات کے حامل متعدد حاکم سامنے آئیں گے۔

سفیانی ان کے تعاقب میں مدینہ تک فوج بھیجے گا جہاں پر یہ قتل و غارت گری کریں گے، اور مدینہ کی ویرانی کا ذریعہ بنیں گے۔ حضرت امام مہدی کو تلاش کرنے کے لئے جو سات علما حرم مکی میں اکٹھے ہوں گے، وہ جب حضرت مہدی کو پہچانیں گے تو اُن سے بیعت کی درخواست کریں گے لیکن وہ ان کو جل دے کر مدینہ جائیں گے، پھر مکہ آئیں گے، ایسا تین دفعہ ہو گا۔ تیسری دفعہ میں یہ سات علما انہیں حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان جالیں گے اور کہیں گے:

إثمنا عليك و دماءنا في عنُقك إن لم تمُدَّ يدَكَ نُبَايعك، هذا عسكرُ السفياني قد توَجَّهَ في طلبنِا عليهم رجلٌ من حزم. (1i)

"ہمارا گناہ آپ کے ذمے اور ہمارا خون آپ کی گردن پر ہو گا اگر آپ نے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا۔ یہ دیکھیں سفیانی کا لشکر جن کا کمانڈر (قبیلہ) حزم کا آدمی ہے ہماری تلاش میں نکل چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت امام مہدی کی بیعت کی جائے گی۔"

1

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ:

يبعثُ بجيش إلى المدينة فيأخذون من قدروا عليه من آل محمدﷺ، و يقتل من بني هاشم رجالٌ و نساء، فعند ذلك يهربُ المهديُّ و المبيّضُ من المدينة إلى مكة فيبعثُ في طلبهما و قد لحقا بحرمِ الله و أمنه.(1)

"مدینہ کی جانب ایک لشکر بھیجا جائے گا وہ آل محمد ﷺ میں سے مردوں اور عورتوں میں سے جس کو پکڑ سکتے ہوں گرفتار کر لیں گے۔ تب مہدی اور مبیّض (امام مہدی کے ساتھی) مدینہ سے مکہ کی جانب جائیں گے۔ ان کے پیچھے بھی (فوج) بھیجی جائے گی جبکہ یہ لوگ اللہ کے حرم اور امن کی جگہ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔"

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: تكون بالمدينة وقعةٌ تغرقُ فيها أحجارُ الزيت، ماالحرّةُ عندها إلّا كضربة سوط، فينتحي عن المدينة قدر بريدين ثُمّ يبايع إلى المهدي.(2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک ایسا حادثہ ہو گا، جس میں احجار الزیت (مدینہ کا ایک علاقہ) ڈوب جائے گا، حرّہ کا واقعہ بھی اس حادثے کے سامنے کوڑے کے وار کی طرح ہو گا۔ پھر یہ لشکر مدینہ سے دو برید (تقریباً چوبیس میل) کے بہ قدر ہٹ جائے گا۔ اس کے بعد مہدی کی بیعت کی جائے گی۔

سفیانی کو جب حضرت امام مہدی کی بیعت کا علم ہو جائے گا، تب وہ پہلے مدینہ کی جانب لشکر بھیج دے گا جہاں وہ قتل و غارت گری مچائے گا اور تین دن اس کی بے حرمتی کرے گا۔(3) جس کی وجہ سے مدینہ والے مجبور ہو کر یہاں سے نکل جائیں گے۔

إن أهل المدينة يخرجون منها بسبب بطش السفياني و أفاعيله.(4)

---

1 الفتن رقم: ٩٢٣.

2 الفتن رقم: ٩٣٢.

3 عن ابن شهاب قال: إذا أتوا المدينة قتلوا أهلها ثلاثة أيام، رواه نعيم في الفتن، رقم ٩٢٨.

4 رواه الحاكم في المستدرك.

”اہلِ مدینہ، مدینہ سے سفیانی کی ناگوار حرکتوں کی وجہ سے نکلنے پر مجبور ہوں گے۔“

بیدا مقام کا زمین میں دھنسنا

سفیانی کا لشکر جسے خدا کے حکم سے زمین میں دھنسادیا جائے گا بعض روایات کے مطابق شام سے آئے گا، بعض روایات کے مطابق عراق سے، اور بعض روایات کے مطابق مغرب سے۔ اسی طرح سفیانی مصر کا بھی ہو سکتا ہے اور شام کا بھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سفیانی کا یہ لشکر جسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا دور جدید کی عیسائی روایت کے مطابق (نیٹو جیسے) متعدد افواج کے اتحاد پر مشتمل ہو گا، حضرت امام مہدی کی بیعت کا سن کر ان کے خلاف مختلف عرب ملکوں کا ایک اتحاد وجود میں آئے گا۔ جس طرح ”عائذِ اوّل“ (محمد بن عبد اللہ القحطانی اور جہیمان جن کا تذکرہ آگے تفصیل سے آرہا ہے) کے واقعے میں سعودی فورسز نے ان کے خلاف امریکی، فرانسیسی، اردنی، مصری اور پاکستانی افواج کی مدد حاصل کی۔ اسی طرح حضرت امام مہدی کے خلاف بھی اس جیسا اتحاد ممکن ہے۔

اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس لشکر کی تعداد 80 ہزار جبکہ ”الفتن“ کی روایت میں 70 ہزار منقول ہے۔[1] اس پر چھ سو کمانڈر مقرر ہوں گے، یہ لشکر بیت اللہ میں موجود شخصیت کے خلاف لشکر کشی کرے گا، مدینہ سے نکل کر مکہ کی جانب آرہا ہو گا، کہ بیدا مقام پر زمین میں دھنس جائے گا، عرب میں بیدا نام کے متعدد مقامات موجود ہیں، لیکن خسف کی روایات میں بیدا سے مراد وہ ہے جو ذوالحلیفہ میں ہے، ذوالحلیفہ اہلِ مدینہ کا میقات ہے۔

25 سال پہلے یہ ایک چٹیل میدان تھا لیکن اب یہ جگہ آباد ہو چکی ہے، یہاں سعودی فوج کی چھاونی بن چکی ہے، اس کے قریب بازار بھی ہیں اور ہسپتال بھی بن چکے ہیں۔ حدیث کا اعجاز ملاحظہ کیجئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ہے کہ یہاں بازار بھی ہوں گے (اور ظاہر ہے کہ اُن میں لوگ خریداری کے لئے موجود

---

1 (الكشاف ٣ / ٥٩٢، ٥٩٣ ؛ القرطبي ١٤/ ٣١٤).

ہوں گے)اور مسلم کی روایت میں مجنونوں اور مسافروں اور جبری بھرتی شدہ افراد کا بھی ذکر ہے، تو کیا یہ سب زمین میں دھنسا دئے جائیں گے ؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ کے خلاف لڑنے کے لئے آئے گا، جب وہ اس سرزمین میں "بیداء" مقام پر ہوں گے تو ان کے اگلے اور پچھلے دونوں حصے زمین میں دھنسا دئے جائیں گے۔ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.[1]

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیوں کر ان کے اگلے پچھلے سب کو زمین میں دھنسایا جائے گا جب کہ وہاں لوگوں کے بازار ہوں گے اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان (لشکر والوں) میں سے نہیں ہوں گے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے اگلے پچھلے سب کو اس وقت زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر قیامت کے دن انھیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مدینہ طیبہ جیسے پاک ومبارک شہر کی ویرانی معنوی بھی ہے لیکن اس کی ویرانی ظاہری بھی ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کی آبادی کے بعد ذکر کیا ہے، اور اس کی ویرانی کی تکمیل آخر زمانے میں حضرت امام مہدی کے ظہور سے کچھ قبل ہو گی، اس جرم کا ارتکاب سفیانی صفت ایک ظالم حاکم کرے گا۔ اور جب سے اسرائیلی سفارت خانہ "القدس" منتقل ہوا ہے، اور اسلامی ممالک دھڑا دھڑ اسرائیل کی جھولی میں گر رہے ہیں، القدس کی آبادی اور ترقی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، جو بالواسطہ حضرت امام مہدی کے ظہور کی نشانی ہے، اور آپ کے ظہور کے وقت یہ شہر ویران ہو جائے گا، جس کے بعد قریب ہی حضرت امام مہدی کی قیادت میں الملحمۃ الکبریٰ لڑی جائے گی۔

---

i الإشاعة لأشراط الساعة ص ٩٤.

---

1 (صحيح البخاري: ٢١١٨)